بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

بھارت میں جو اکثریتی قوم بستی ہے، اس کے پاس دُنیائے انسانیت کے سامنے پیش کرنے کے لیے کوئی تحفہ ہے تو وہ اندھا نسلی تعصّب، بے سروپا قسم کی ژولیدہ مذہبیت اور سیاسی یا مذہبی اختلاف رکھنے والی اقلیتوں ـــ خصوصاً مُسلم اقلیت کے لیے ایک مجنونانہ خونخواری کے کمالات ہیں۔ کوئی تہذیبی برتری، کوئی اخلاقی استحکام، کوئی اُصولِ انصاف، کوئی احترامِ انسانیت اور کسی درجے کا لحاظِ انسانیّت یا معصوم بچوں کے لیے جذبۂ رحم ـــ ایسی تمام قدریں ایسے چراغ ہیں جنہیں سلطنتِ مغلیہ کے خاتمے کے بعد قومِ ہنود بالکل گُل کر چکی ہے۔ ان چراغوں کی روشنی سے محروم معاشرے میں ایسی تاریکیوں کا راج قائم ہے جنہیں آفتاب و ماہتاب بھی دُور نہیں کر سکتے۔ ان تاریکیوں کے شامیانوں تلے جو مسلمان آباد ہیں، پاگلوں کے ہجوم ان کا خون بہاتے ہیں اور اتنا زیادہ بہاتے ہیں کہ مظلوموں کی میّتیں بھی ان میں بہہ جاتی ہیں۔ ہندو اکثریت کے مذہبی جنونیوں کے انبوہ آگے آگے چلتے ہیں، پیچھے ان کی مدد کے لیے ویسے ہی جنونی اور مُسلم دشمن متعصب پولیس کے افسر اور سپاہی، اور پھر ان کی مدد کے لیے آسیب زدگانِ تعصّب پر مشتمل فوج۔ سب مل کر مار دھاڑ کرتے ہیں، گھروں اور دکانوں کو لوٹتے ہیں اور پھر آگ لگا دیتے ہیں۔ عورتوں کی بے حُرمتی تو ہندومت کے جنونیوں کا گویا لازمی شعار ہے، اور پھر قتل ـــ قتلِ عام! ایسا قتل، جیسے کہ کوئی چیونٹیاں پیروں تلے کُچلتا چلا جائے۔

ان متعصب جنونیوں کے لشکروں کی لیڈری کرنے والے مہاتمے اور سنت اور مہنت

دھرم

کے پیالوں میں ذوقِ درندگی کی شراب بھر بھر کر یہ مہاتما کے فدائی عوام کو خوب اچھی طرح پلاتے ہیں۔ سخت ترین وحشیانہ الفاظ میں دھمکیاں دیتے ہیں۔ منحوس ذہنی کارروائیوں کا پہلے سے اعلان کرتے ہیں، پھر اقدام کرتے ہیں، پھر تشدد کے ترشول سے کہ جو مسلمان سامنے آئے اس کے ٹکڑے اڑا دیتے ہیں۔ کسی مرحلے میں ان کو خلافِ قانون حرکات سے قانون نہیں روکتا، اُن کو لا اینڈ آرڈر کا پابند بنانے کے لیے کوئی ضابطہ کام نہیں کر سکتا، ان کو فساد انگیزی اور نمائش اسلحہ سے حکومت باز نہیں رکھ سکتی، ان کے ہتھوڑے سے شریف مزاج ہندو جرأت نہیں کر سکتے کہ انہیں راستی اور انصاف کی تلقین کریں، پریس کی بڑی بھاری طاقت جو کسی قوم کو شائستگی سکھا کر سنوار سکتی ہے، وہ خود شرپسند قوتوں کے زیرِ اثر ہے، کیونکہ وہی تو اخبارات کے خریدار اور ان کو اشتہار دینے والے ہیں، حکومت بھی اسی لیے مزاحمت نہیں کر سکتی کہ حکمرانوں کو اُن کے ووٹ اور ان کے حامیانہ جیکارے درکار ہوتے ہیں۔

یہ ہے بھارت کا حال جو تہذیبی لحاظ سے نئی دنیا کے درمیان ایک جنگل بنا ہوا ہے۔ جمہوری جنگل۔

ہم پاکستانی اپنے آپ کو ایک لحاظ سے بڑا خوش نصیب سمجھتے ہیں کہ ہم ریچھوں کے غول سے بچ کر نکل آئے۔ اگرچہ بھارتی ہندو کے زہریلے تعصب نے خطِ تقسیم کو راستی اور انصاف کے اصولوں سے ہٹا کر اور ہمارے اثاثے روک کر، نیز کشمیر، جوناگڑھ اور حیدرآباد پر جارحانہ قبضہ کر کے ہماری مسرتِ آزادی کو غم کے زخم لگا دیئے۔ لیکن تقسیم کے بعد بھارت میں ملّتِ اسلامیہ کا جو حصّہ رہ گیا ہے، اُسے کئی سو بار موت اور تباہی اور لوٹ مار کا جس طرح شکار بنایا گیا ہے، اور آج کل بابری مسجد کی جگہ کو رام کی جنم بھومی قرار دے کر زبردستی کا مندر بنانے کی تیاریاں ہیں اور اس سلسلے میں کئی سو جانوں اور بہت سے گھروں اور دکانوں کی تباہی کی جا چکی ہے، ان احوال کو دیکھ کر ہم تڑپ تڑپ جاتے ہیں اور اس جان لیوا عذاب کی وجہ سے کوئی فریاد و فغاں ہم کر بیٹھتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ

بھارت کے اندرونی معاملات سے تمہارا کیا مطلب؟ یعنی اگر کسی ملک میں قصاب خانہ کھول کر آپ انسانوں کو کسی ثبوتِ جرم اور کسی عدالتی فیصلے کے بغیر ذبح کرنے لگیں، تو پوری دنیا ئے انسانیت کا کوئی حق نہیں کہ وہ انسانی قدروں کی تباہی کے خلاف آواز اٹھائے آپ بے گناہوں کو ضمیر کی پابندی کی بنا پر جیلوں اور پھانسی گھروں میں پہنچا دیں تو لندن کی ایمنسٹی انٹرنیشنل تک اپنی رپورٹ شائع کرے گی۔ اسے بھی کہئے نا کہ وہ آپ کے داخلی حالات سے کوئی تعرض نہ کرے۔ اصول یہی ہو تو ایک چور بھی کہہ سکتا ہے کہ پولیس یا حکومت کو کوئی حق نہیں کہ میرے دائرہ کار یا مقامِ قیام میں مداخلت کرے۔ دنیا کا ایک فوق الفوق اخلاقی قانون ہمیشہ موجود رہا ہے اور عدالتوں تک نے EQUITY کے نام سے اسے ملحوظ رکھا ہے اور اس کا کم سے کم تقاضا یہ ہے کہ کوئی حکومت کسی رعیت پر یا کوئی اکثریت کسی اقلیت پر ظلم ڈھانے کا حق و اختیار نہیں رکھتی۔ ہمارے ہاں کوئی دفاعی سامان آئے (جب کہ دفاع ایک مسلّمہ حق ہے) یا ایٹم بم بنانے کا جھوٹا فسانہ کہیں سے دوہرا دیا جائے تو آپ شور مچانے لگتے ہیں۔ آپ کو آخر کیا حق ہے کہ دوسروں کے داخلی معاملات میں ٹانگ اڑائیں۔ کبھی آپ پاکستان کی مخالفت امریکی سینٹروں یا سفارتی حلقوں میں کرتے ہیں، کبھی اخبارات میں، آخر یہ کیوں؟ ظلم اور نسل کشی کے خلاف اور بنیادی حقوق کے لیے آواز اٹھانا بین الاقوامی حق ہے۔

بھارتی نیتاؤں، خصوصاً دھارمک پنڈتوں سے ہمیں یہ گذارش کرنا ہے کہ جہاں تک رام یا کرشن یا اور بزرگوں کو ماننے کا تعلق ہے، آپ ضرور مانیں۔ مگر جب دوسروں سے معاملہ پڑے تو آپ کو پہلے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ آپ کے کسی بزرگ کا وجود تاریخی اصولوں سے اور زمانہ بہ زمانہ مسلسل منتقل ہونے والے ریکارڈ سے ثابت ہے؟ عقیدتوں کا معاملہ الگ، لیکن تاریخی تحقیق کے کچھ اصول ہوتے ہیں۔ ذرا مجنونانِ تعصب کے ہجوم کو جیکاروں سے روک کر آپ خود آگے بڑھ کر ہم سے بات کیجیے کہ آپ کے سری رام چندر جی کا تصور آپ کے ہاں محض ایک عقیدت کے تحت روایت کے سانچے میں ڈھل گیا ہے یا کوئی اور صورت ہے۔ کیونکہ تاریخی تحقیق کی روشنی آگے تک ساتھ نہیں دیتی۔ بس ایک

گہرے رنگ کا کہر باقی رہ جاتا ہے جس میں کچھ ہیولے سے دکھائی دینے لگتے ہیں، اور پھر غائب ہو جاتے ہیں۔

آپ ایشور کو ماننے والے اور سری رام چندر اور کرشن کی مقدس تعلیمات کو پھیلانے والے کبھی نہیں سوچتے کہ آپ دھندلے اور کہر یلے تصورات کی بھینٹ زندہ انسانوں کو محض اس بنیاد پر چڑھاتے ہیں کہ وہ اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت کی سوچ بچار میں اپنے آپ کو گم نہیں کر سکتے۔ آپ کا رویہ ہندو مت کے متعلق سوائے جارحیت، بے انصافی، تشدد، خونریزی اور جذباتی فساد انگیزی کے اور کیا تصور دنیا کو دلا سکتا ہے۔

یہی روش جاری رہی تو اوّل تو یہ کہ خود آپ ہی کے اندر سے مظلوم مسلمانوں کی بے بسی اور ان کی صابرانہ قربانیوں کو دیکھ کر اسلام کے حامی اُٹھ کھڑے ہوں گے — اور تھوڑے بہت ہو بھی رہے ہیں۔

اس کے علاوہ آپ کو ظلم کی مہلت اور محدود دَورِ اختیار کی وجہ سے بدمست نہیں ہو جانا چاہیے۔ کائنات کو جو خدا چلا رہا ہے، اس نے ابھی جس حال زار تک کیلی فورنیا کو پہنچایا، وہ کل آپ سے بھی حساب چکا سکتا ہے۔

دوسرا معاملہ آپ کے سامنے یہ رکھنا ہے کہ کیا آپ تاریخی تحقیق کے اُصولوں سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ رام کی جنم بھومی ٹھیک وہاں تھی جہاں آپ ایک مندر، خدا پرستی کے لیے نہیں بلکہ ضدم ضدا اور مسلم دشمنی کے تحت تعمیر کرنے پر تُلے ہوئے ہیں۔

تاریخی تحقیق کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ آج سے پیچھے کی طرف جاتے ہوئے سلسلۂ روایت کو بالمسلسل آخر تک بلا انقطاع پہنچایا جائے۔ یہ آپ کر سکتے ہیں؟ جی نہیں۔ آپ فساد کرا سکتے ہیں، مسلمانوں کا خون بہا سکتے ہیں، بابری مسجد کی توہین کر سکتے ہیں۔ زبردستی کا مندر بنا سکتے ہیں، مگر اپنے دعوٰی کو تاریخ کی عدالت میں پیش کر کے نہیں منوا سکتے۔

یہ ہمیں پہلے سے معلوم ہے کہ ہندو ازم کی پرستار مگر خونخوار (BRUTAL) اکثریت نے اور بھی بہت سی مسجدوں کو گرانے اور بہت سی جگہوں پر مندر بنانے کے منصوبے بنا رکھے

ہیں۔ لیکن کیا اس سے آپ کا مذہب پھیلے گا۔ یعنی نیکی اور شرافت اور انصاف پسندی اور انسانیت نوازی بڑھے گی؟ ان ساری قیمتی چیزوں کو تو آپ تباہ کر رہے ہیں۔ اور اپنے اس کرتوت کا سہرا آپ ہندو ازم کے سر پر باندھ رہے ہیں اور اپنی محبت کا تاج آپ سری رام چندر کو پہنا رہے ہیں۔

غور فرمائیے کہ آپ کیا کر رہے ہیں؟

آپ ایک اور ستم کر رہے ہیں۔ آپ نے مذہبی تعصب کے کھیل تماشہ کو سیاسی ہتھیار بنا لیا ہے۔ اس وقت آپ کے ہاں انتخابات کا دور ہے۔ آپ نے ایک طرف راجیو حکومت کو بے بس کر دیا ہے، دوسری طرف اپوزیشن کو بھی مسخر کرنا پیش نظر ہے۔ مذہب ان کاموں کے لیے نہیں ہوتا۔ رحم کیجیے مذہب پر!

ایک گرما گرم بھارتی آواز یہ بھی گونجی ہے کہ آخر قتل مقاتلے کی لہریں تو پاکستان میں بھی اُٹھتی رہتی ہیں۔ پھر ہم .... سے کیا مطلب!

جی! اوّل تو ہمارے ہاں خاص طور پر کسی اقلیت اور خصوصاً ہندو اقلیت کو چن چن کر مارا نہیں جاتا اور ان کے مندر توڑ توڑ کر مسجدیں تعمیر کرنے والے جنونی یہاں موجود نہیں ہیں۔

دوسرے جو تخریب کاری اور فساد انگیزی یہاں ہو رہی ہے وہ بھی بھارت ہی کا کرم ہے۔ وہاں سے ماہرینِ فن تیار کر کر کے بھیجے جاتے ہیں۔ ساتھ ہی علاقائی، نسلی لسانی فتنوں کو بڑھانے کے لیے سرحد پار سے چھپ کر لٹریچر کا آنا کئی سال سے جاری ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ہم پاکستان کو آزاد کرا کے بھی بھارت جیسی درندہ صفت قوت سے محفوظ نہیں ہیں۔ ایک طرف سے سیاچن کی طرف سے یورش ہے، دوسری طرف کشمیر کے مسلمانوں کے لیے جینا دوبھر کر دیا گیا ہے۔ تیسری طرف کابل کی حکومت سے مل کر پاکستان سے محبت کرنے والے مجاہدین کو نشانۂ ستم بنایا جا رہا ہے جو ایک سُپر پاور کی سامراجیت

سے نجات پانے کے لیے لڑ رہی ہے۔ بھارت سے نہ بنگلہ دیش کو امان ہے، نہ نیپال کو چین، نہ سری لنکا کو اطمینان، نہ سراندیپ کو تحفظ ـــــ اِن حالات میں ہمارے ہاں کی موجودہ حکومت کے ذریعے بھارت منافقانہ دوستی کے جو دروازے کھولنا چاہتا ہے، اس کا مقصد سوائے اس کے کچھ نہیں کہ منڈی بھی حاصل کرے، ہماری صنعت کو بھی تباہ کرے اور "ہیرا" کے آدمی اور کارِ خاص کے دوسرے سینکڑوں افراد کو یہاں گھسا دے۔

پس چہ باید کرد اے اسلامیاں!

یہ تو بہت واضح ہے کہ بھارت کے مسلمان اندھے مذہبی تعصب میں بدمست ہندو اکثریت کے خونخوارانہ مظالم سے اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے - اور اس کا سارا انحصار اس بات پر ہے کہ بہیمیت کی تلواریں ان کی گردنیں مسلسل کاٹتے رہنے کے بعد خود ہی کند ہو جائیں ـــ اور کوئی سہارا نہ وہاں پولیس کا ہے، نہ قانون کا ہے، نہ عدالتوں کا ہے، نہ پارلیمنٹ کا ہے اور نہ مجنون ظالموں میں ایسے انسانی جذبات ہی ہیں جن کو اپیل کیا جا سکے، نہ وہاں کے مذہبی اکابر اصلاحِ عوام کے لیے تیار ہیں، نہ سیاسی لیڈروں کی یہ مجال ہے اور نہ پریس اتنی بڑی جرأت کر سکتا ہے۔ پریس کی بڑی سے بڑی چھلانگ یہ ہو سکتی ہے کہ وہ وزیراعظم یا صدر یا پارلیمان کے خلاف لفظوں کو آتشیں بنا دے۔ لیکن عوام کی حقیقی اصلاح کے لیے اور ان کو ہڑبونگ اور ہیبکاروں کے نشے سے نکال کر شریف انسانوں کی طرح اخلاقی رجحانات سے تعمیری کام لینا سکھا سکے، یا اُن کو مذہب کے تقدس، قوم کی محبت اور وطن کی وابستگی کے متوازن اسالیب پر قائم کر کے اقلیتوں کے متعلق اور اختلاف کرنے والوں کے متعلق مہذب پیرایوں سے کام لینا سکھا سکے، بلکہ اس سے آگے بڑھ کر وہ دشمنوں سے بہادرانہ اور عزت مندانہ اور باوقار طریقے سے دشمنی کرنے کی تعلیم دے سکے، کاروباریت کا مارا ہوا پریس یہ کام نہیں کر سکتا۔ وہ پریس جس کی رگِ جان ایک طرف سرمایہ دار کے قبضے میں ہے اور دوسری طرف سیاسی منڈی میں جو اپنی خدمات کو غلاموں کی طرح بیچتا پھرتا ہے، آخر

وہ تہذیب اور انسانیت اور اخلاق کی مشعلیں کیسے بلند کرے گا۔ بلکہ پریس تو ہر اُس مذہبی اور سیاسی اور عوامی آگ کو ہر روز تازہ بتازہ ایندھن مہیا کرتا ہے جو کسی بھی طرف سے سُلگ اُٹھے۔

پھر اے رُوحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تیرا مسلمان کدھر جائے۔

مسلمانوں کی مصیبتوں کے بڑے بڑے اُصولی اسباب میں سے ایک یہ ہے کہ وہ کسی بھی اہم ترین معاملے میں دل سے دل اور قدم سے قدم اور آواز سے آواز ملا کر اکٹھے نہیں چل سکتے۔ شیاطینِ افتراق، علاقہ پرستی، نسل پرستی، قوم پرستی، لسانیت، الگ الگ طرزِ حکمرانی، نظریاتی اور فقہی فروق، اپنی اپنی سامراجی قوتوں سے وابستگی، اپنے اپنے تجارتی اور کاروباری مفاد کی نگہداشت وغیرہ بے حساب بلائیں مسلمانوں کو آگے سے، پیچھے سے، دائیں سے، بائیں سے گھیرے ہوئے ہوں۔ وہ کسی محلے کے مسلمانوں کو ایک نہیں ہونے دیتے، کسی شہر کے مسلمانوں کو اکٹھے نہیں ہونے دیتے، وہ کسی مُلک کے مسلمانوں کو واحد "حزب اللہ" کی شکل اختیار نہیں کرنے دیتے، وہ مختلف ممالکِ اسلامیہ کو ہم آہنگی اختیار نہیں کرنے دیتے، کہیں دین اور لادین کی جنگ، کہیں دین اور سیاست کی جنگ، کہیں مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کی جنگ، کہیں معاشی مفاد کی جنگ، ہر کوئی اپنی اپنی پسند کے محاذ پر مست پیکار ہے اور مفاد کا مالِ غنیمت سمیٹ رہا ہے۔

اِدھر دُنیا کے ہر گوشے میں مسلمانوں کو عجیب حالات سے سابقہ ہے۔ برما میں، تھائی لینڈ میں، اس سے پہلے کمبوڈیا میں، بھارت میں، البانیہ میں، جنوبی افریقہ میں، فلپائن میں، حبشہ میں، اور نہ جانے کہاں کہاں مسلمانوں کو قتل اور ذلیل کیا جا رہا ہے، کھدیڑا جا رہا ہے۔ ان کی بے شمار تعداد آج فاقہ کشی کے کیمپوں میں پڑی ہے۔ تارکینِ وطن کے نام سے مسلمانوں کی بہت بڑی آبادیاں تباہ و ذلیل ہو رہی ہیں۔ مغربی سامراج اور مشرقی سامراج اور اُن کے چیلے چانٹوں نے مل کر طے کر لیا ہے، نیز ہندوؤں، بدھوں، یہودیوں اور عیسائیوں

نے سازشیں کر لی ہیں کہ مسلمانوں کو ملیا میٹ کرنا ہے۔ جہاں وہ اقلیت میں ہیں وہاں کچل کر، اور جہاں اکثریت میں ہیں وہاں ان کی اکثریت کو قرضوں اور ایڈ اور بیرونی ماہرین، اور اسلحہ اور اسلامی رجحانات کی جڑ کاٹنے والے لٹریچر اور پروپیگنڈے، ٹی۔وی اور فلمی اور ویڈیو کیسٹوں، شراب اور قمار اور حرام اغذیہ و ادویہ، اکثریت کے گروہوں کو ٹکرا کر تخریب کاریاں کرانے، جاسوسیوں کے انتظامات کرنے، جگہ جگہ حکمرانوں کو خریدنے، اپنی پسند کے عناصر کو خاص خاص عہدوں تک پہنچانے، اسلام کے علمبرداروں کو خود اسلام گریز مسلمانوں کے ذریعے کچلوانے اور آخر کار ضرورت ہو تو خود بھی خفیہ طور پر عربدہ انگیزی کرنے کے لیے نہ صرف سازشوں سے بلکہ روپے پیسے اور سامان سے لیس ہو کر تیار بیٹھے ہیں۔ ابھی ابھی ہمارے دیکھتے دیکھتے مجاہدینِ افغانستان کی دہ سالہ قربانیوں کو عالمی سیاست کی مارکیٹ کے بنیوں نے جس طرح اس اصل نتیجہ سے محروم کرنے اور ان میں تفرقہ پھیلانے کی کوشش کی ہے اور دوسری طرف جس حسن و خوبی سے ایرانیوں نے "شیطانِ صغیر" کو اپنا میہمان بنا لیا ہے۔ اس سے حالات کی خوفناکی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

اِس صورتِ حالات سے اگر کوئی تبدیلی پیدا ہو سکتی ہے تو صرف مسلمانوں کے ایسے متفقہ اقدامات سے ہو سکتی ہے جن کی رُوح اخوتِ ایمانی ہو۔ اس کے لیے جذبۂ تفاخر کی قربانی، امتیازِ عربی و عجمی کی قربانی اور جمہوریت پسندی اور نظامِ سلطانی کے اختلافات کی قربانی دیئے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔

اسلام کی مخالفت اور مسلمانوں کی تباہی کے لیے عالمی طاقتوں کے متحدہ محاذ کا جب بھی کوئی توڑ ہو گا تو اسی طرح سے ہو گا۔ جیسا "تیل کا ہتھیار" استعمال کرنے سے ہوا تھا۔ اب کسی نئے ہتھیار کی ضرورت ہے۔

نیا ہتھیار صرف یہ ہے کہ تمام اہم مسلمان حکومتوں کے سربراہ بھی اور ان کے علماء اور سیاسی اکابر بھی مل کر یہ فیصلہ کریں کہ کسی ایسے ملک سے کوئی تجارتی تعلق جاری نہیں رکھا جائے گا جس کے ہاں مسلمانوں کی جانوں، مالوں اور عزتوں پر حملے ہو رہے ہیں اور حکومت اور قانون کی طاقت ان کو روکنے میں ناکام رہی ہے۔ نیز مسلمانوں کے خلاف مذہبی تعصبات

کی بنا پر پبلک جلسوں میں تقریریں ہوں اور اخبارات میں اشتعال انگیز خبریں، مضامین اور کارٹون شائع ہو رہے ہوں۔

یہ تو منفی رُخ ہے۔ مثبت رُخ کے تقاضے یہ ہیں کہ:

۱- انجمن ہلال احمر یا حکومتوں کے مرتب کردہ وفود کو یہ حق دیا جائے کہ وہ موقع پہ جا کر ہر طرح کے حالات کو دیکھیں، بیانات سُنیں اور رپورٹیں مرتب کریں۔

۲- متعصب مذہبی گروہوں کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف ہونے والے بلووں میں جتنی بھی جانیں ہلاک ہوں، جو لوگ زخمی ہوں، خواتین کے لواحقین پہ حملے کیے جائیں، گھروں اور دکانوں سے جتنا مال لوٹا جائے اور جن گھروں اور دکانوں کو آگ لگائی جائے ان سب کے لیے زرِ تلافی ادا کرنے کی ذمہ داری حکومت لے۔ آگے وہ چاہے تو بلوے کے لیڈروں یا قتل اور سلب و نہب میں حصہ لینے والے بلوائیوں پہ پھیلا دے۔

ایسے کسی معاہدے پہ دستخط ہو جانے کے بعد تجارتی معاملات بحال ہو سکتے ہیں۔ ورنہ مشترکہ طور پر مسلم حکومتوں کی طرف سے صاف صاف نوٹس دینا چاہیے کہ فوری طور پر تمام ٹھیکے اور سودے منسوخ کیے جاتے ہیں مسلمان اپنی بندرگاہوں اور ہوائی راستوں کو بھی بند کر سکتے ہیں۔ اس تجربے کو آزما کے دیکھیے۔ اس ہتھیار کو فی الحال بھارت کے خلاف حرکت میں لائیے اور مطالبہ کیجیے کہ فلاں تاریخ تک تمام مسلمان مقتولین و مجروحین اور مالی نقصانات اور خواتین سے زیادتیوں کے لیے زرِ تلافی کی ادائیگی کر دی جائے۔ اور مسلمانوں کے خلاف ہر قسم کے جلسے جلوس، تقریریں، اخباری مضامین سب پہ پابندی لگا دی جائے۔ پھر یکم دسمبر کو مسلمانوں کا ترسیل کردہ وفد حالات کا جائزہ لے کر رپورٹیں تیار کرے گا اگر یہ رپورٹیں اطمینان بخش ہوئیں تو تمام تجارتی اور معاہداتی تعلقات بحال کر دیے جائیں گے۔ بنیادی مطالبہ یہ کہ بابری مسجد سے ہندو تعرض نہ کریں اور مندر دوسری جگہ تعمیر کریں۔

اگر ایک ارب مسلمانانِ عالم اپنے لشکر کی تباہ ہوتی ہوئی کروڑوں افراد کی صف کو بچانے کے لیے اس طرح کی تدبیر نہیں کر سکتے تو دُنیا میں ان کی ذلت اور تباہی روز بروز بڑھتی

جائے گی۔

خدارا جاگیئے ــــ کروٹ لیجیے۔

پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔

استدراک

(چند ضروری حقائق، تاریخی مسائل اور واقعاتی مناظر)

اولین حقیقت ہمارے عالم اسلام کو ــــ خصوصاً مؤقر عرب حکومتوں کو جو عقائد و احکام کا خیال رکھتی ہے اور مخالفتِ توحید کے چھوٹے چھوٹے امور پر شدید گرفت کرتی ہے (اور ہم اس کی تحسین کرتے ہیں) ــــ یہ بات اچھی طرح جاننی چاہیے کہ شرک کی بدترین صورت بھارت میں رائج ہے۔ اس کا علم الاصنام خرافی کہانیوں اور فحش قصوں سے بھرا پڑا ہے۔ اس قوم کی ہر تقریب اور ہر رسم کا سرا دیوتاؤں (اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا) کی عجیب عجیب انتقامی، ہوس کارانہ اور چالبازیوں سے جا کر جڑتا ہے۔ اس قوم نے نہ صرف خداوندی کرنے والے بُت تراشے، بلکہ بقول اپنے نیک بزرگوں اور لیڈروں کے بھی بُت بنائے، انسان کی ہر بُری بھلی جبلت کے بھی بُت بنائے، بلکہ دُنیا کی ہر شے کو پُوج ڈالا۔ درختوں کی پُوجا، پیپل کی پُوجا، تُلسی پودے کی پوجا، گائے کی پُوجا، گائے کے گوبر اور پیشاب کو ”طاہر و مطہر“ قرار دینا اور اگر کوئی گائے کا گوشت کھانے والا ہو تو اُسے بدترین جرمِ شنیع کا مرتکب قرار دینا، سانپوں کی پُوجا کرنا، موروں اور بندروں کی پوجا کرنا، سُورج دیوتا اور چندرماں دیوتا اور دریاؤں اور پہاڑوں اور آسمانی بجلی کی پوجا کرنا، مرد و زن کے اعضائے جنسی کے بڑے بڑے نمونے بنا کر اُن کی پرستش کرنا اور اگر کہیں وہ اصل حالت میں اس مقصد کے لیے حاصل ہوں تو بس مکتی کا ذریعہ۔

شیطانی رجس میں لتھڑی ہوئی اس قوم کو پہلے مسلمان تاجروں نے، پھر محمد بن قاسم اور اس کے لشکریوں نے، پھر بعض اچھے حکمرانوں نے اور بہت بڑے پیمانے پر صوفیا نے شرک کے اس کٹھن چکر سے نکالنے کی کوشش کی۔ اور انہوں نے بڑی کامیابی بھی حاصل کی۔ یہ اپنے گندے طرزِ شرک کے منکرین کو ملیچھ (ناپاک) کہتے ہیں اور اُن سے اتنی نفرت کرتے ہیں کہ ان کا ہاتھ اگر ان کے کھانے پینے کے کسی برتن کو چھو جائے تو وہ کھانا اور مشروب ان کے لیے حرام ہو جاتا ہے۔ توحیدِ خالص کی وجہ سے یہ مسلمانوں کے بدترین دشمن رہے ہیں اور آج بھی ہیں۔

مسلمانوں کے حکومت کے پورے دَور میں جہاں مسلمانوں نے ان کو درباروں میں لیا اور عہدوں سے نوازا، انہوں نے سازشیں اور جاسوسیاں کر کے اپنے ہندو گروہوں کو راز پہنچائے اور بغاوتیں پیدا کرا کے دوسرے فائدے اُٹھائے۔ خصوصاً مرہٹوں نے مسلمان حکومتوں کو پریشان اور عوام کو خستہ حال کرنے میں جو خوفناک کردار ادا کیا ہے، اس کی وجہ سے شاہ ولی اللہؒ مجبور ہوئے کہ انہوں نے احمد شاہ ابدالی کو خطوط لکھ کر دعوت دی کہ وہ آئے اور مسلمان حکمران تو کیا، مسلمان قوم کو مصیبت سے بچائے۔

پھر ان ہندوؤں نے ایک بھاری سازش مسلمانوں کے خلاف یہ کی کہ اکبر بادشاہ جو تعلیم سے کورا تھا۔ اور خصوصاً ایمانی روشنی اور دینی شعور اس کے اندر قوی نہیں تھا، اور اس حال میں وہ ہندوؤں، باہر سے آنے والے پادریوں اور شاہ پرست درباریوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ اسے ہندوؤں نے اپنی بیٹیاں دے دے کر ان کو ملکائیں بنوایا اور محل کے اندر سے بادشاہ کے دماغ اور سینے میں نقب لگائی گئی۔ یہاں تک کہ تدریجاً اکبر نے اسلام کے بجائے نیا دینِ الٰہی تجویز کیا۔ جو ہندوؤں، عیسائیوں، شیعوں اور عام مسلمانوں کے مختلف اصول و شعائر کا مجموعہ تھا۔ شریعتِ اسلام کے شعائر جبراً ختم کر دیئے گئے۔ علماء کو حوالۂ موت و زنداں کیا گیا۔ سؤر اور کتے پالے جانے لگے۔ اور ان کا احترام کرنے کے احکام جاری ہوئے۔ ڈاڑھیاں منڈوانے کے رواج کا آغاز ہوا۔

اس فتنے کے خلاف کن جتنوں نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی مساعی سے تدریجی تبدیلیاں ہوتے ہوتے تیسری چوتھی بادشاہی میں جاکر اورنگ زیب کے ہاتھوں بڑی حد تک صحیح مسلمان حکومت قائم ہوئی۔ اس حکومت کے قیام اور اسے تباہ کرنے کے لیے ہندو سیاست کاروں اور جنگ بازوں نے ہر ممکن کوشش کی۔ اس کے بھائیوں خصوصاً دارا شکوہ کو شریعتِ اسلامیہ سے آزاد قسم کے تصوف کا علمبردار بنایا۔ اور اس تصوف کا رشتہ اکبری دور کے طرزِ فکر سے ملتا تھا جو ہندوؤں، مسلمانوں اور دوسرے سارے لوگوں کو ملا کر ایک نئے مسلک کی طرف لے جاتا تھا جو اسلام کا بالکل نقیض تھا۔

اگلا دور مغلیہ حکومت کے خاتمے کا ہے۔ اس میں ہندوؤں نے انگریزی سامراج کا پورا ساتھ دے کر مسلمانوں کو خوب مروایا اور کچلوایا اور حکومت کا قرب اور اس کے مناسب اور تعلیمی زینے پر چڑھنے کا زور شور سے آغاز کر دیا اور سرمائے کے زور سے یہودیوں کی طرح تمام تجارت وصنعت پر قبضہ جما کر مسلمانوں کو محض چھوٹے موٹے کام کرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ بلکہ بعض جگہ تو سُود کے پھندے سے ان کو اور ان کے بیوی بچوں کو غلام بنا کر استعمال کیا۔

آزادی کے لیے ہندوؤں سے بڑھ کر قربانیاں دینے والے مسلمانوں کے لیے جب تحریک خلافت کی ناکامی اور کانگریس کے پردے میں ہندوؤں کی کھلی کھلی متعصبانہ زیادتیوں کا دور شروع ہوا تو انھوں نے جداگانہ سیاست کا راستہ اختیار کر کے اپنی جداگانہ قومیت کا علم بلند کیا اور جداگانہ وطن کا مطالبہ اُٹھایا۔ ہندوؤں کے لیے یہ تصور بڑا ہی سخت تھا کہ بالکل اُونٹوں کی طرح جن ہرنوں کو وہ گھٹنوں تلے کچلنے کے عادی تھے وہ چھٹکارا پاجائیں۔ نئی لادین جمہوریت والی ہندو ریاست کو تو مسلم اقلیت جیسی بے بس رعیت اور کہاں مل سکتی تھی۔ چنانچہ ہندوؤں نے مسلمان علما کی تنظیموں کو قوم سے بھاڑ کر الگ کیا۔ اور کانگریس کا رتھ کھینچنے کی خدمت پر لگا دیا۔ (ان میں بہت سے لوگ نیک نیت اور خطرناک حالات سے بے شعور بھی ہوں گے)۔ ان علما سے ایک خدمت انھوں نے یہ لی کہ یہ اپنی قوم کو دینی بنیادوں پر ہندو سے الگ ریاست

بنانے کے سوال کو اُٹھانے سے روکیں۔

اس کے علی الرغم جب پاکستان بننا طے ہوگیا تو ماؤنٹ بیٹن کی مدد سے باؤنڈری کمیشن سے ساز باز کر کے سرحدی خط کو پاکستان کے لیے نقصان دہ شکل میں طے کرایا۔ حیدر آباد، جونا گڑھ اور کشمیر پر جابرانہ قبضہ کیا۔ پھر تقسیم کے وقت بھارت سے پاکستان آنے والے لاکھوں مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا دیں۔ تقسیم کے اثاثے روک لیے۔ پھر وقت آنے پر بڑی لمبی سازش کر کے سابق مشرقی پاکستان کو الگ کرایا اور بنگلہ دیش بنوایا مگر بنگلہ دیش میں بھی وہی رُوح اسلامی کام کر رہی ہے لہٰذا اسکیم یہ ہے کہ اس میں سے ہندو اکثریت کا ایک ٹکڑا اور کٹوا یا جائے۔ اور ادھر کئی سال سے تیاری کی جا رہی ہے کہ سندھ کو پاکستان سے کاٹ لیا جائے۔

اسی کے ساتھ ساتھ ایک شاطرانہ چال یہ چلی گئی کہ ایک ایسی حکومت کو پاکستان میں اُبھارنے کی کوشش کی گئی جو بھارت کی ممنونِ احسان اور آلہ کار بن کر اس کے منشا کے مطابق یہاں کی صنعت و تجارت، نظم و نسق، فوجی قوت اور تحفظِ رموزِ مملکت کو خراب کرنے کا موقع دے اور ان کوششوں کا کھلے کھلے الفاظ میں اخباروں میں اور بیانوں میں اظہار کیا گیا اور کیا جا رہا ہے۔ نیز ستم یہ کہ ہمارے اوپر یہودیوں کو مسلط کرانے میں بھارتی ماہرین نے خفیہ پارٹ ادا کیا، کیونکہ یہود و ہنود ایک ہیں۔

پاکستان کے پانیوں کا چالاکی سے سودا کر کے ہماری عروقِ معیشت میں نشتر لگا دیئے گئے، اور اب اس ناجائز معاہدے سے بھی آگے بڑھ کر پاکستان کے طے شدہ دریا، دریائے جہلم پر وولر بیراج بنایا جا رہا ہے کہ ایک طرف سے تو پنجاب بھر کو پانی کی قلت سے تباہ کر دیا جائے اور دوسری طرف جب سیلاب آئے تو پانی پاکستان کی طرف چھوڑ کر اسے نقصان پہنچایا جائے۔ حالانکہ یہ تعمیر ہی بنیادی طور پر غلط ہے، اور ہم اس کے خلاف لڑیں گے۔

یہ ہے وہ بھارت جس کا دوسرا سادہ پروگرام یہ ہے کہ موقع بہ موقع عوام کے مذہبی جنون کو بھڑکا کر مسلمانوں کو مروایا جاتا رہے۔ کیونکہ ان کا پروگرام اعلان کردہ

یہ ہے کہ بھارت میں جو رہے گا وہ ہندو بن کر رہے گا، ورنہ وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔

اس پس منظر کے ساتھ اب تازہ حالات و واقعات کی جھلک ملاحظہ ہو:

۱۔ ۱۹۴۷ء سے اب تک ۲۵ ہزار مُسلم کُش بلوے ہو چکے ہیں۔ بیشتر زیادہ تر شمالی اور وسطی ہند میں ہوئے جہاں برہمن ازم کا غلبہ رہا۔ جنوبی ہند میں بہت کم واقعات ایسے ہوئے۔ ان میں اندازاً ۱۱ لاکھ بے گناہ مسلمان شہید ہوئے۔ اور کئی ارب روپے کی املاک تباہ ہوئیں۔ گذشتہ سال کے ۱۱۶ ہنگامہ ہائے مُسلم کُشی میں سے ۵۵ فیصد دیہات میں ہوئے۔ جہاں نہ تو رپورٹنگ اور رسل و رسائل کے انتظامات ہوتے ہیں اور نہ تحفظ امن کے سرکاری محکمے۔ اس لیے مظلوموں کی بے بسی اور بڑھ جاتی ہے۔ حالیہ بدایوں کے فسادات میں ۱۹۴۷ء کے بعد پہلی بار ایسا ہوا کہ چلتی گاڑی کو روک کر جنونی ہندوؤں نے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر باہر نکالا اور خنجروں اور بھالوں سے ہلاک کر دیا۔

۲۔ اس وقت جو طوفان برپا ہے، اس کی ذمہ داری میں (ا) ہندوؤں کی عالمی تنظیم (ورلڈ ہندو آرگنائزیشن)، (ب) بھارت جنتا پارٹی (ج) راشٹریہ سیوک سنگھ، (د) کانگریس آئی، اور چھوٹی چھوٹی دیگر ہندو تنظیمیں شامل ہیں۔

۳۔ ہندو دھرم کی تعلیمات کے مطابق رام ایک فرضی مذہبی شخصیت ہے جو ہندوؤں کے دیوتا وشنو کا اوتار تھا۔ ابھی ہندو عالم رام کا جنم ثابت نہیں کر پائے۔ ایک افسانوی شخصیت کے لیے رام جنم بھومی کا پاکھنڈ تراشا گیا ہے۔

۴۔ رام سے ہزاروں برس پہلے اجودھیا بودھ مت کا مقدس مقام بنا۔ مشہور مذہبی سکالر سوڈشی کافٹ نے لکھا ہے کہ بدھ نے اجودھیا میں تپسیا کرنے کے بعد گیان حاصل کیا۔ یہاں بدھ کا استوپا کیوں نہ بنایا جائے۔

۵۔ جدید سائنسی طریق سے جائزہ لینے پر مسجد کی عمارت کے نیچے کوئی ایسی تعمیری علامت نہیں ملی جس سے شبہ کیا جا سکے کہ یہاں مندر تھا۔

۶۔ مسٹر ستیہ پال نے کہا ہے کہ کوئی وثوق سے نہیں کہہ سکتا کہ سری رام کس جگہ پیدا

ہوئے تھے۔ اجودھیا میں کم از کم ۶ مندروں کے پجاریوں کا یہ کہنا ہے کہ رام ٹھیک اسی جگہ (یعنی انھی کے مندر کی جگہ) پیدا ہوئے۔

۷ ــــ اجودھیا ہی میں راجہ دشرتھ کا محل بھی موجود ہے جہاں اُن کی بیوی کوشلیا رہتی تھیں۔ اور رام کی ولادت اسی محل میں ہوئی ہوگی۔ یہ محل مسجد بابری سے میلوں کے فاصلے پر واقع ہے۔

۸ ــ اجودھیا میں ۴ ہزار مندر ہیں۔ ۲۵ ہزار سے زیادہ پنڈت اور سادھو ہیں۔ یہ جگہ جرائم اور بدعنوانیوں کی آماجگاہ ہے۔ مفرور مجرم یہاں آکر گیروے کپڑے پہن کر سادھوؤں میں مل جاتے ہیں اور پولیس کچھ نہیں کرسکتی۔ (یہ بھارت کا ویٹیکن ہے) سی آئی ڈی کے ایک آدمی کو سادھوؤں کے روپ میں وہاں بھجوایا گیا۔ دس دن میں اس کو قتل کرکے اس کی لاش بھی غائب کردی گئی۔

۹ ــــ بابر کے متعلق دستیاب کتب میں کسی ایک میں بھی مندر کے انہدام کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ہندو مؤرخین میں سے بھی کسی نے بابر سے ایسی حرکت منسوب نہیں کی۔

۱۰ ــ بابر کا وصیت نامہ بنام ہمایوں ــــ (اقتباس) ــــ "اے فرزند! ہندوستان سلطنت مختلف مذاہب سے بھری ہے۔ خدا کا شکر ہے .... تم پر لازم ہے کہ اپنے لوحِ دل سے تمام مذہبی تعصبات کو مٹا دو اور ہر مذہب کے ساتھ انصاف کرو۔ ــــ یہاں کے لوگوں کے مندروں اور عبادت گاہوں کو کبھی منہدم نہ کرنا۔

۱۱ ــ تاریخی لحاظ سے کتبوں کی اہمیت خاص ہوتی ہے۔ بابری مسجد میں ۳ کتبے نصب ہیں۔ ایک پتھر کی ۲ میٹر لمبی اور ۵۵ سنٹی میٹر چوڑی تختی ہے۔ اس پر حرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور تین اشعار درج ہیں ــــ دوسری پر پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا ہے۔ پھر حضور کو تمام انبیاء کا سردار لکھا ہے۔ پھر دو سطروں میں بابر کا تذکرہ ہے پھر لکھا ہے کہ یہ مسجد میر باقی نے ۹۳۵ھ میں تعمیر کرائی۔

۱۲ ــ موجودہ اجودھیا کی آبادی کا وجود رام جی سے ۱۸ سو سال بعد ہوا ہے۔ رام جی کے سوا چار ہزار سال بعد مسجد اجودھیا تعمیر ہوئی۔ اگر یہاں ہندوؤں کا کوئی مقدس

استحقاق ہو تا سو صدیوں سے یہاں مذہبی سرگرمیاں جاری ہوتیں، مگر آج تک سناٹا رہا۔

۱۳۔ انگریزوں نے ہندو مسلمانوں کو لڑانے کے لیے جو شرارتیں کیں، ان میں سے ایک یہ بھی کہ واجد علی شاہ کے ابتدائی دور میں اس افسانہ کا خاکہ تیار کیا۔ ایک نجومی کی خدمات مستعار لی گئیں۔ (کیسا ملک ہے جہاں مورخ اور سائنسدان کی جگہ نجومی کافی ہے)۔ اس نے زائچہ کھینچ کر رام کی جنم بھومی اور سیتا کی رسوئی (باورچی خانہ) کا محل وقوع بابری مسجد کے اندر بتایا۔ چنانچہ پروپیگنڈے اور ہنگامے کے زور سے انگریزوں نے یہ مقامات واجد علی شاہ کے وزیر تقی علی خاں کے ذریعے ہندوؤں کو دلوا دیے۔

۱۴۔ تاہم مسجد میں نماز ۲۲ دسمبر ۱۹۴۹ء تک ہوتی رہی۔ بعد میں عدالت کے حکم سے مقفل کر دی گئی۔ ۲۲، ۲۳ دسمبر ۱۹۴۹ء کی رات کو پنڈت ابھے رام داس نے ضلع مجسٹریٹ کی ملی بھگت سے چیلوں چانٹوں کی مدد لے کر مسجد کی دیوار پھاند کر عین محراب کے اندر رام کی مورتی رکھ دی۔

۱۵۔ مسجد کا کیس عدالتِ عالیہ میں ہونے کے باوجود ڈسٹرکٹ جج این اگروال سے رام جنم بھومی والے متنازعہ مقام پر پوجا پاٹ کی اجازت حاصل کر لی۔

۱۶۔ مسلمانوں میں اضطراب پھیلا تو اندیشہ نقضِ امن کی بنیاد پر انہیں مسجد میں جانے یا اجودھیا میں داخل ہونے سے روک دیا گیا۔

۱۷۔ ان حالات میں عدالتِ عالیہ نے حکم جاری کیا کہ کوئی پارٹی فیصلے سے قبل کسی قسم کی تعمیر نہیں کر سکتی۔

۱۸۔ اس کے باوجود ویشنو ہندو پریشد نے مندر کا سنگِ بنیاد رکھنے کا اعلان کر دیا۔

۱۹۔ ملک بھر میں رام کا نام کندہ شدہ اینٹیں تیار کی گئیں۔ پہلے تو ہر جگہ ان کی تقریب منعقد کی گئی جس کے نتیجے میں کئی فسادات ہوئے۔

۲۰۔ پھر یہ اینٹیں ایک لاکھ سترہ ہزار ایک سو تر یسٹھ کی تعداد میں ہر طرف سے جمع ہوئیں اور ۹ - ۱۰ نومبر کو جمعرات اور جمعہ کے دن ۲۷ گھنٹے تک مندر کی بنیاد میں مسجد کے

بالکل سامنے رکھنے کا کام فوجی پہرے میں ہوتا رہا۔ سات سات فٹ گہری بنیادیں کھودی گئیں۔ ابتدا میں چوبیس سادھوؤں اور بڑے مہنتوں اور پجاریوں نے اینٹیں رکھیں اور پھر دوسرے مذہبی اور سیاسی لوگوں سے رکھائی گئیں۔ مختلف مندروں میں اشلوکوں کا ورد ہوتا رہا۔

۲۱ — اس قضیے کی وجہ سے متعصب جنونی ہندو اکثریت نے ایک تو بھاگل پور شہر میں تباہی مچادی۔ بی۔ بی۔ سی کے مطابق مسلمانوں کی اموات ایک ہزار سے زیادہ ہوئیں اس کے علاوہ .... آس پاس کے علاقوں میں مرنے والوں کی تعداد ہزاروں سے کم نہیں۔ انڈین ایکسپریس کے فوٹو گرافر نے ٹومالی گاؤں کا دورہ کیا تو وہاں نہ کوئی گھر سلامت تھا، نہ کوئی فرد زندہ بچا۔ ایک غیر متعصب ہندو خاندان کے سامنے ۱۹ پڑوسیوں کو قتل کیا گیا۔ اس واقعہ کی وجہ سے سربراہ خاندان پہ دل کا دورہ پڑا اور وہ ختم ہوگئے۔ سینکڑوں لاشیں دریائے گنگا میں تیرتی پائی گئیں۔ ایک کنوئیں سے تیس لاشیں برآمد ہوئیں جنہیں دس روز پہلے ہلاک کیا گیا تھا۔ ۲۵ ہزار افراد کیمپوں میں ہیں۔ غذا اور دوا کا کوئی انتظام نہیں۔ بھاگلپور ریلوے اسٹیشن کی پٹڑی پہ ایک حاملہ عورت کا پیٹ پتھروں سے کچلا گیا۔ یہ تفصیلات بہت زیادہ ہیں، لکھی نہیں جاسکتیں۔

۲۲ — انتہا پسند ہندوؤں کی جماعت شیوسینا کے رہنما بال ٹھاکرے کی چند باتیں — "ہندوستان میں صرف ہندوازم کا بول بالا ہو۔" (مگر وہ بہ حیثیت نظام ہے کیا)[1]

[1] رام راجیہ کا لفظ ہندوستان کی سیاسی لغت میں ۱۹۱۹ء میں پہلی بار استعمال ہوا۔ (مسلمانوں کے اسلامی نظام کے جواب کے طور پہ) ۲۵ء اور ۳۶ء کے بعد کی سیاست میں اس کا استعمال نہیں ہوا۔ اب یہ لفظ دوبارہ آیا ہے۔ آیا یہ مذہبی بات ہے یا سیاسی؟ پہلے یہ تو بتاؤ کہ رام راجیہ کا سیاسی نظام کیا ہے۔ معاشی خصوصیات کیا ہیں؟ معاشرتی ڈھانچہ کیا ہے؟ اخلاقی ضابطے کیا ہیں؟ عقیدے کیا ہیں؟ انسانوں سے سلوک کرنے کے آداب کیا ہیں؟ آخر تم مسلمانوں یا دنیا کے انسانوں کو کس چیز کی (باقی بر صفحہ آئندہ)

۔ " ہندوستان میں اگر مسلمان رہنا چاہتے ہیں تو انہیں ہندو دھرم کو تقدس کا درجہ دینا ہو گا۔" " مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنی مسجد کو اٹھا کر کسی دوسری جگہ لے جائیں، یہاں مندر بنے گا۔" " کسی بھی قدیم مسجد کو کھودو اس کی بنیادوں میں ایک مندر ضرور ملے گا۔ ہمیں صرف بابری مسجد دے دو۔" " کاشی (بنارس) کا وشیوناتھ مندر اور شری کرشن کی جنم بھومی یہ سب ہمارا ہے۔ اب یہ ہمارا ملک ہے۔ چپہ چپہ ہمارا ہے یعنی ہندوؤں کا۔ مسلمان اپنے ہلالی پرچم اور سبز رنگ کو بھول جائیں "۔ میں پوچھتا ہوں ۱۹۴۷ء میں ان کی تعداد محض ڈیڑھ کروڑ تھی۔ (؟) آج ۴۲ سال میں وہ پندرہ کروڑ کیسے ہو گئے؟" " ہمیں شیوا جیسے ہندو چاہئیں۔ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔

نوٹ:۔ یہ فضا ہے جس میں ہمارے نوجوان کرکٹ میچ انڈیا والوں سے کھیل رہے ہیں۔ گلوکارائیں اور اداکارائیں آ رہی ہیں۔ وولر بیراج ہماری قوم کی مرضی کے بغیر اس کی تباہی کے لیے بن رہا ہے۔

اندریں حالات کیسی تجارت، کیسی دوستی، کیسے بین المملکتی کھیل، ہم راکششوں کے دیس سے کوئی امیدِ خیر نہیں رکھتے۔

پاکستان فوری طور پر عالمِ اسلام کی کانفرنس بلوائے۔ ہم سب مسلمانوں کی نسل کشی کے معاملے اور ظلم و بہیمیت کے معاملے کو اٹھا سکتے ہیں۔ آسیان کی تنظیم میں لے جا سکتے ہیں، سارک میں لے جا سکتے ہیں — دولتِ مشترکہ میں لے جا سکتے ہیں (یا پھر اعلان کر کے اس وقت تک انڈیا کے ساتھ وہاں بیٹھنا نہیں چاہیے، جب تک صورتِ حالات درست نہ ہو) ہم اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی میں لے جا سکتے ہیں۔ ہیگ کی بین الاقوامی عدالت میں لے جا سکتے ہیں۔ پروپیگنڈہ مشینری کو جدید طریقوں سے ساری دنیا میں متحرک کر سکتے ہیں محض جذباتیت سے کیا بنے گا۔ کراچی میں ایک ہندو کھلاڑی نے ایک مسلمان کی سخت پٹائی کی۔[1]

---

[1] اخباری تصاویر گواہ ہیں کہ کئی ہندو کھلاڑیوں نے اسے مل کر اذیت دی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) دعوت دو گے؟ محض رام راجیہ کے جیکاروں سے تو کام نہیں چلے گا۔